باسمہ تعالیٰ

اہل السنۃ والجماعت

اور

فرقِ باطلہ

تحریر

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر

اِدارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وبہ نستعین

یہ ایک مختصر سا مضمون ہے جو کئی برس قبل مجلس علمیہ کے ایک سالانہ تربیتی کیمپ میں علماء کرام کے لئے تحریر کیا تھا، یہ مضمون تو صرف اہل السنۃ والجماعت اور فرقِ باطلہ کی تعریف وتعارف کے طور پر مختصراً لکھا گیا تھا جو بنیادی باتوں پر مشتمل ہے اور انشاء اللہ علماء کے لئے کافی بھی ہے لیکن اس زمانے میں علماء کرام کے سامنے مسلک علماء دیوبند کے امتیازات وخصوصیات پر مذاکرے کی بھی بہت ضرورت ہے کہ سرسری معلومات اور خطابت ومواعظ پر اکتفاء نے جونیئر علماء کے قبلۂ فکر کو مختلف اور مزاج ومنہاج کو منتشر کر دیا ہے، یہ عاجز خود اس کام کے قابل نہیں مگر شدت سے اس کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہے۔

کاش کہ اس قسم کے مجالس علماء کرام کے لئے وقتاً فوقتاً منعقد ہوتی رہتیں اور کاش کہ مجلس علمیہ اس کام کو اپنے ذمے لیتی۔

والسلام

محمد عبدالقوی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم، امابعد!

فِرَقٌ فِرْقَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنیٰ گروہِ انسانی کے ہیں، اسلامی اصطلاح میں حق اور باطل کی نسبت کے ساتھ اسلامی مکاتب فکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں:

افتراق اجتماع کی ضد ہے اور فرقہ لوگوں کے ایک گروہ کو کہا جاتا ہے۔

(فیض القدیر: ۲/ ۱۳)

فرقوں کی اصل حدیثِ افتراق ہے جس کی تخریج تقریباً پندرہ صحابہ کرامؓ سے سُنن اور دیگر کتب کے مصنفین نے اپنی اپنی کتب میں کی ہے۔ ان میں سے دو حدیثیں درج ذیل ہیں:

● پہلی روایت **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِفترقَتِ الیھودُ علی إحدی أو اثنتین وسبعین فرقۃً، وتفرَّقت النَّصاری علی إحدی أو اثنتین وسبعین فرقۃً، وتَفترِقُ أمّتي علی ثلاث وسبعین فرقۃً.** (ابوداؤد: ۴۵۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے، عیسائیوں کا بھی یہی حال ہوا، میری امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

● دوسری روایت: **عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ**

هِيَ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَاأَنَاعَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. میری امت پر ایسا دور آنے والا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی ہر ادا کو دہرائیگی .... اور یہ کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے، میری امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے سوائے ایک کے سب کے سب جہنم میں جائیں گے، صحابہؓ نے پوچھا وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا ''جس طریق پر میں اور میرے اصحابؓ ہیں'' (ترمذی: ۴/۲۹۱) ایک اور روایت میں بجائے مااناعلیہ و اصحابی کے ھی الجماعۃ مروی ہے۔

یہ دونوں روایتیں ترمذی شریف میں موجود ہیں، پہلی روایت پر انہوں نے ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے اور دوسری روایت پر ''غریب'' کا، تاہم دیگر علماء نے اس کی بھی تحسین کی ہے پھر شواہد و توابع کی وجہ سے تو یہ بھی قابل اعتماد واحتجاج بہر حال ہو ہی گئی ہے۔[۱]

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں اور اس سلسلہ کی دیگر روایات اور ان کی معتبر شروحات میں غور کرنے سے افتراقِ امت کی پیش قیاسی سے متعلق درجِ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ: پچھلی امتوں بالخصوص یہود و نصاریٰ میں فہمِ دین کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا تھا اور وہ ایک امت ہونے کے باوجود علی الترتیب اکہتر اور بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور یہ کہ گذشتہ امتوں کی طرح امت محمدیہ ـــ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ـــ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فکری اختلافات کی شکار ہوگی بل کہ ایک قدم آگے بڑھ کر تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

---

[۱] تفصیل کے لئے علامہ بدر عالم میرٹھیؒ کی معروف کتاب ''ترجمان السنۃ'' (۱/۲۱ تا ۲۸) اور شیخ ناصر الدین البانی کی ''سلسلۃ الصحیحۃ'' (۱/۴۰۴) کی مراجعت کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تھوڑے ہی وقفے کے بعد یہ تہتر فرقے وجود میں آ گئے، خلافتِ راشدہ کے اختتامی مراحل ہی سے فرقِ باطلہ کا آغاز ہو گیا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''بدعتیں اسلام میں یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ پیدا ہوتی رہیں، جیسے خلفاء راشدین کے آخری زمانے میں روافض وخوارج پیدا ہوئے، صحابہؓ کے آخری دنوں میں مرجئہ اور قدریہ کا ظہور ہوا، اسی طرح تابعین کے آخری دور میں جہمیہ اور معطلہ وجود میں آئے''۔(القضاء والقدر ص:۲۸۲)

غالباً اس میں یہ تکوینی مصلحت بھی تھی کہ فرق باطلہ سے نمٹنے کی عملی شکل اور مسنون طریق خیر القرون ہی میں امت کو معلوم ہو جائے، اور یہ اہم کام ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین اور اجماع صحابہ کے ذریعہ ہی سے ممکن تھا۔ پھر دوسری صدی میں ان چند اصولی فرقوں کی کوکھ سے یکے بعد دیگرے فرقے پیدا ہوتے چلے گئے جو بالآخر بہتّر کے عدد تک پہنچ گئے۔ علامہ عبد الرؤوف مناویؒ فرماتے ہیں:

''فرقہائے باطلہ کے اصول چھ فرقے ہیں: روافض، خوارج، قدریہ، جہمیہ، مرجئہ اور جبریہ، ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، اس طرح کل بہتر فرقے ہو جاتے ہیں''۔(فیض القدیر:۲/۳۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے المواقف کے حوالہ سے چھ کے بجائے آٹھ اصول قرار دیئے ہیں، معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجئہ، نجاریہ، جبریہ، اور مشبہہ۔ پھر معتزلہ کے بیس، شیعہ کے بائیس، خوارج کے بیس، مرجئہ کے پانچ، نجاریہ کے تین اور جبریہ و مشبہہ کے ایک ایک جملہ بہتر فرق بتلائے ہیں۔(مرقات المفاتیح:۱/۳۸۱) نیز شہرستانی

نے بہتر کی اصل چار ہی بتلائی ہے۔ خوارج، روافض، قدریہ اور صفاتیہ

غور کیا جائے تو اصول وفروع کی تقسیم خواہ کسی بھی طرح ہو بہر حال یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ واضحہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد امت کے بٹنے کی جو خبر دی تھی وہ جلد ہی منصۂ شہود پر آئی اور وہی ہوا جس کی خبر دی گئی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ: ان تہتر میں سے بہتر فرقے تو اپنی فکری بے راہ روی اور اعتقادی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، البتہ صرف ایک فرقہ صلابتِ فکر اور سدادِ راہ کی بدولت جنت میں جائے گا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادیا: ''سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے''۔ واضح رہے کہ یہ فرقہ بھی اگرچہ فکری گمراہی سے محفوظ رہنے کی وجہ سے جہنمیوں میں نہیں ہے مگر عمل کی خرابی و کوتاہی کی بناء پر یہ بھی جہنم میں جاسکتا ہے، البتہ نوعیتِ عذاب میں فرق ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: تحفۃ الالمعی ۶/۴۲۰)

تیسری بات یہ ہے کہ: وہ بہتر فرقے جو جہنم میں جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمتِ اجابت میں سے ہوں گے، کفار و مشرکین میں سے نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفترق امتی کہہ کر ان کی نسبت اپنی جانب فرمائی ہے، جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ فرقے مسلمانوں کے اندر پیدا ہوں گے، ملا علی قاریؒ نے ابھری سے نقل کیا ہے: **ان المراد بالامۃ امۃ الاجابۃ عند الاکثر** (مرقات: ۱/۳۸۰) اسی وجہ سے ان کا دخولِ جہنم ابدی اور دائمی نہ ہوگا، بلکہ عارضی وعلاجی ہوگا، بقدرِ ضرورت سزا کے بعد پھر وہ بھی جنت میں چلے جائیں گے، البتہ ان میں سے کسی کا اختلاف حدِ تحمل سے گذر کر اصولی اعتبار سے ناقابلِ تحمل ہوجائے اور کفرِ صریح تک پہونچ جائے تو پھر اس کو دائمی طور پر جہنم میں جانا ہوگا۔ ملا علی قاریؒ نے وضاحت کی

ہے:

’’سب کے سب جہنم میں اس لئے ہوں گے کہ انہوں نے ایسی باتوں سے تعرض کیا تھا جو جہنم میں لے جانے والی ہیں، پھران میں سے جو کافر ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور جو محض بدعتی ہیں وہ بھی مستحقِ جہنم ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں درگذر فرمادے۔(مرقات:۱/۳۸۱)

چوتھی باتی یہ ہے کہ: فرقوں کی یہ تقسیم دین وعقیدہ یعنی اصولِ اسلام میں اختلاف کی بنیاد پر ہوگی، فقہی جزئیات یا فروعی احکام میں اختلاف تفرقہ نہیں کہلاتا اوراس کی وجہ سے کوئی مکتبِ فکر فرقہ نہیں بنتا، بلکہ وہ ’’الا واحدۃ‘‘ ہی میں شامل اور نجات یافتہ رہتا ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اس افتراق سے مراد وہ مذموم افتراق ہے جو دین کے اصولی احکام میں واقع ہو، جہاں تک ائمہ کے فروعی اختلافات ہیں تو وہ ہرگز مذموم نہیں ہیں، بلکہ وہ تو حق تعالیٰ کی رحمت ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ فروعِ دین میں اختلاف رکھنے والے سب گروہ اصولِ دین میں متحد و متفق ہیں، اسی لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل نہیں کرتے، برخلاف اس کے اصولِ دین میں اختلاف کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے رہتے ہیں‘‘۔(بذل المجہود:۱۳/۶)

امام ابومنصور بغدادیؒ نے یہی بات مزید وضاحت کے ساتھ کہی ہے:

’’ہر صاحبِ سمجھ عالمِ دین جانتا ہے کہ جہنم میں جانے والے فرقِ مذمومہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد فقہاء کی جماعتیں نہیں ہیں، جو اصولِ دین میں متحد ہونے کے باوجود فقہی وفروعی احکام میں اختلاف رکھتے ہیں، فرقِ مذمومہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا مقصود تو وہ اہلِ ہوا و ہوس ہیں جو عدل و توحید، وعدہ و وعید، اور قدر و جبر جیسے بنیادی عقائد میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی علاحدہ رائے رکھتے ہیں‘‘۔(الفَرق بین الفِرَق:ص ۱۴)

پانچویں بات یہ ہے کہ: صحابۂ کرامؓ نے ان بہتر گم راہ فرقوں کی بابت تفصیل معلوم کرنے کے مقابلے میں اس کو ترجیح دی کہ صرف نجات پانے اور جنت میں جانے والے فرقے کے بارے میں معلوم کرلیں کہ وہ کونسا ہے؟ اسی لئے انہوں نے ناجی فرقے کی بابت سوال کیا، ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا ”**ماانا علیہ واصحابی**“ اس کی وضاحت میں ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں:

’’ماانا علیہ واصحابی کا مطلب یہ ہے کہ ’’وہ لوگ جو میرے بعد میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عامل ہوں گے‘‘ اور یہ لوگ بے شک وشبہ وہی ہیں جن کو اہل السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے؛ اور بعض علماء نے اس جملے کی تقدیر اس طرح مانی ہے کہ اہل جنت وہ گروہ ہے جو عقیدہ اور قول وعمل میں میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر ہے۔(مرقات المفاتیح:۱/۳۸۱)

ایک دوسری روایت میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرقۂ ناجیہ کو ’’الجماعۃ‘‘ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس سے مراد بھی جماعتِ صحابہؓ ہی ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناویؒ نے ایک اور نکتہ اس جگہ بیان کیا ہے کہ

’’جو جماعتیں صحابہؓ سے اختلاف کرکے اپنا علاحدہ موقف بنالیتی ہیں ان پر اگر غور کیا جائے تو ان کی جڑ کٹی ہوئی نظر آتی ہے، اور فرقہ بنتا ہی ہے صحابۂ کرامؓ سے علاحدہ ہوجانے کی بنیاد پر‘‘۔(فیض القدیر:۲/۳۱)

چھٹی بات یہ ہے کہ: اہل سنت والجماعۃ کی تعیین —— کہ یہی فرقہ ما انا علیہ واصحابی یا الجماعۃ کا مصداق ہے —— محض ظن وتخمین یا شخصی رائے سے نہیں ہوئی بلکہ امت کے اجماع اور جمہور کے اتفاق سے ہوئی ہے؛ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''یہ بات اجماع سے ثابت ہوئی ہے اور جس بات پر علماء اسلام کا اجماع ہوجائے وہ حق ہے اور جو اس کے برخلاف ہے وہ باطل ہے۔'' (مرقات: ۱/۳۸۱)

علامہ عبدالرؤف مناویؒ مزید وضاحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات دعوائے محض یا ظن وتخمین نہیں ہے، بلکہ اس دین کے ماہرین اور ائمہ حدیث —— جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحابِ کرام کے حالات کو ایسے لوگوں سے لے کر جمع کیا ہے جن کی روایتوں اور کتابوں پر مشرق ومغرب کے علماء نے اعتماد کیا ہے، جیسے خطابی، بغوی اور نووی (رحمہم اللہ وجزاہم اللہ) —— سے منقول ہونے کی بنا پر نیز ان لوگوں کی تحقیق کے بعد جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں یہ طئے ہوا کہ الا واحدۃ کے مصداق اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں۔ (فیض القدیر: ۲/۳۱)

ساتویں بات یہ ہے کہ: اہل سنت والجماعت وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اصول دین یعنی ذات وصفاتِ باری، برزخ، حشر ونشر، رویتِ الٰہی، کلامِ الٰہی، رسالت وامامت وغیرہ امور میں کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے انحراف نہیں کرتے، نقلِ صحیح پر اعتماد کرتے ہیں اور تاویلاتِ باطلہ وفاسدہ سے اجتناب کرتے ہیں،۔ امام ابو منصور بغدادیؒ نے بہت تفصیل سے اس مسئلے کو بیان کیا ہے، ہم اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

''جہاں تک تہتر ویں فرقے کی بات ہے تو وہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' ہیں، جن میں وہ فقہاء ومحدثین، قراء ومفسرین اور متکلمین شامل ہیں، جو حق تعالیٰ کی توحیدِ ذات وصفات اس کے عدل وحکمت، اس کے اسماء وافعال، نبوت وامامت، امورِ آخرت اور دیگر احکامِ دین میں متفق ہیں، اگرچہ کہ فروعی احکام اور حلال وحرام کی تحقیق میں مختلف ہیں، اور اس فرعی وفقہی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں، یہی طبقہ فرقۂ ناجیہ ہے، ●اس طبقے کو حق تعالیٰ کی وحدانیت، ذات وصفات کی قِدَمیت وازلیت، اور بلاتشبیہ وتعطیل امکانِ رویت کے قائل ہونے، ● نیز اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور شریعتِ اسلامیہ کی تصدیق وتائید کرنے، ●قرآن کریم کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام مان لینے، ●اسی طرح احادیثِ صحیحہ سے ثابت امورِ آخرت مثلاً حشر ونشر، قبر میں فرشتوں کے سوال، اور حوض ومیزان وغیرہ کا اقرار کرنے کی برکت نے فروعی اختلافات کے باوجود ایک ہی فرقے میں شامل کر دیا ہے۔ پس جو کوئی شخص مذکورہ بالا امور میں اہل السنۃ والجماعت کے ساتھ ہو اور اس سلسلے میں خوارج، روافض، قدریہ وغیرہ مخالفین اہل سنت کے اہواء وبدعات سے اپنے کو دور رکھے اور اسی پر اس کی موت آئے تو وہ فرقۂ ناجیہ میں شامل ہے۔ اس تفصیل کے مطابق جمہورِ امت اور سوادِ اعظم جو مالک وشافعی وابوحنیفہ واحمد واوزاعی وثوری اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ کے متبعین پر مشتمل ہیں ــــ فرقۂ ناجیہ کہلائیں گے۔'' (الفرق بین الفِرَق: ص ۳۴ تا ۳۷)

اسی سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج کل اہلِ قرآن واہلِ حدیث وغیرہ پورے وثوق اور شدت کے ساتھ مقلدین پر گمراہی بلکہ کفر وشرک کے تک الزامات لگا رہے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے اور اہل سنت پر گمراہ کن الزامات کی وجہ سے وہ خود

گمراہی کے کس دلدل میں پھنس رہے ہیں؟۔

دوسری جگہ انہوں نے ایک مستقل فصل قائم کر کے وضاحت فرمائی ہے کہ محدثین، فقہاء ومجتہدین، قراء ومفسرین نحو وصرف اور ادب عربی کے ماہرین، صوفیاء زاہدین، غُزاۃ ومجاہدین اور متکلمین نیز ان کے ساتھ عوام مخلصین (جو اجمالی صحتِ اعتقاد کے ساتھ ان علماءِ اہل سنت پر کامل اعتماد کئے ہوتے ہیں) یہ آٹھ اصناف مسلمین اہل السنۃ والجماعت میں شامل ہیں، بشرطیکہ مذکورہ بالا بنیادی عقائد میں وہ کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے کہیں منحرف نہ ہوں۔ (ایضاً:۲۷۶ تا ۲۷۸)

ایک اور جگہ انہوں نے اس شرف پر فخر کیا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان تمام شعبہائے علم میں سوائے اہل السنۃ والجماعت کے علماء کے کسی کی خدمات نظر نہیں آتیں، علما کے انہیں اصنافِ ہشتگانہ نے ہر زمانے میں دین اور علم دین کے تحفظ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا ہے، اگرچہ ان کے درمیان فروعی مسائل میں معمولی اختلافات موجود ہوتے ہیں مگر اصول میں سب کے سب متفق اور متحد رہتے ہیں۔ (ایضاً)

اس کے باوجود تعجب ہے کہ اس زمانے میں جتنے فرقے وجود میں آتے جا رہے ہیں وہ سب امت کے اسی سواد اعظم کو گمراہ بتانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جن کی حقانیت پر سلف وخلف کے علماء کا اجماع ہو چکا ہے۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ: حدیث میں جو امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کا تذکرہ ہے تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ تہتر ہی فرقے ہوں، اس سے زائد نہیں، اس لئے کہ فرقہائے اسلامیہ کو اگر ہم شمار کریں تو وہ کئی سو ملیں گے، معلوم ہوا کہ حدیث میں تہتر سے عدد کا حصر مراد نہیں ہے بلکہ کثرتِ افتراق کی نشان دہی کرنا مراد ہے، یا پھر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اصولی طور پر تو اتنے ہی فرقے ہوں مگر ضمنی وجزوی افتراق

اس سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے، اس سلسلے میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جہاں تک بہتر کے عدد کا معاملہ ہے تو وہ کثرتِ فِرق پر محمول کیا جائے گا، اس لئے کہ جب ہم فِرقہائے باطلہ پر نظر کرتے ہیں تو یقیناً وہ سینکڑوں تک پہونچ جاتے ہیں، ہاں اگر صرف اصولی اور مرکزی فرقوں کو دیکھیں تو پھر بہتر کے عدد کو تحدید کے لئے ماننا ممکن ہے، اس لئے کہ اصولی فرقے ذیلی شاخوں سمیت بہتر سے کچھ زیادہ نہ ہوں گے، اسی تعداد کے مطابق رہیں گے؛ پھر بھی عدد کی زیادہ بہتر توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ فرقہائے باطلہ کم از کم اس تعداد تک تو ہو ہی جائیں گے، اس سے کم نہیں، البتہ اس سے بھی بڑھ جائیں تو یہ بھی ممکن ہے''۔(بذل المجھود: ۶/۱۳)

یہ تو اسلام میں فرقوں کی حقیقت اور ان کی نوعیت پر کلام تھا یا سمجھئے کہ حدیثِ افتراق کی کچھ توضیح وتشریح تھی اب نفسِ موضوع کی طرف آیئے کہ ان کی پہچان اور ان سے بچنے کی تدبیر کیا ہے؟

پہچان کے متعلق تو میں عرض کر چکا ہوں کہ ان سب کی پہچان متعین کرنے کے بجائے صرف فرقۂ ناجیہ کو پہچان لینا کافی بھی ہے آسان بھی ہے، یہی صورت صحابہ کرامؓ کی سلامتیٔ طبع نے اختیار کی ہے، اور صحابہؓ سے بہتر راستہ ہم سوچ بھی کیا سکتے ہیں؟ یوں بھی دیکھا جائے تو فِرقِ باطلہ کوئی ایک دو تو ہیں نہیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اصول کی تعداد بہتّر بتلائی ہے اور ہر ایک کے دعاوی ومزعومات جداگانہ ہیں تو آخر پہچان کے کتنے پیمانے اور معیارات بنائے جاسکتے ہیں؟ غالباً اسی وجہ سے اس سلسلہ میں لکھی گئی قدیم وجدید تمام کتابوں میں اگرچہ ان کے مزعومات ونظریات کی کچھ نشان دہی کی گئی ہے لیکن ان کو پرکھنے اور پہچاننے کے لئے کوئی متعین اصول نہیں بتایا

گیا ہے۔شہرستانیؒ کہتے ہیں:

’’میں نے ان مصنفین میں کسی کے ہاں بھی اس سلسلے میں کوئی ضابطہ مقررہ نہیں پایا، سوائے اس کے کہ وہ لوگ غیر متعین طور پر ان مذاہب کے نظریات وخیالات جس طرح بھی انہیں مل سکے ــــ بغیر کسی خاص ترتیب واصول کے ــــ جمع کرتے چلے گئے ہیں‘‘۔(الملل والنحل:۱/۱۰)

اس تحقیق کے بعد خود انہوں نے کوشش کی ہے کہ ان کے پہچاننے کا کوئی ضابطہ مقرر کرلیں مگر اس میں وہ بھی کچھ زیادہ کامیاب نظر نہیں آتے، البتہ انہوں نے تمام فرقوں کو ان چار اصولوں میں تقسیم کردیا ہے، خوارج، روافض، قدریہ، اور صفاتیہ؛ پھر اِن فرقوں کے نظریات کے قدرِ مشترک دو اسباب متعین کئے ہیں کہ یہ سب فرقے یا تو باری تعالیٰ کی ذات وصفات میں تقصیر اور کمی کرنے کی وجہ سے اہل سنت سے ہٹ گئے یا پھر مخلوق کے مرتبہ ومقام میں توفیر واضافہ کرکے انہیں باری تعالیٰ سے تشبیہ دینے کی وجہ سے راہِ حق سے گمراہ ہوگئے۔(ایضاً) یعنی دین کے اصول میں افراط و تفریط ان کے نزدیک تمام گمراہیوں کا قدرِ مشترک ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرقوں کی پہچان کے لئے کوئی ضابطہ واصول مقرر کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ہم انہیں چھوڑ کر ’’فرقۂ ناجیہ‘‘ کو پہچاننے کی کوشش کریں، دیکھا جائے تو سلامتی کا بھی یہی راستہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف فرقۂ ناجیہ کی علامت بتلانے کو کافی سمجھا، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اسی کا پہچان لینا گمراہ فرقوں کو پہچاننے کا سب سے مضبوط اور سب سے آسان طریقہ ہے، اس لئے سب سے پہلے ہم اسی طبقے کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔

جہنم سے نجات پانے اور مغفرت ورضوان کا مقام جیتنے والا فرقہ وہ ہے جو

ماانا علیه و اصحابی کا مصداق ہو، یعنی جس عقیدہ وعمل اور اخلاق پر اللہ کے رسول ﷺ اوران کے صحابہ کرامؓ تھے جو جماعت بھی اس عقیدہ عمل اور اخلاق پر ہوگی وہ ناجیہ ہے جواس کے خلاف ہوگی اور جس قدر خلاف ہوگی اسی قدر ناریہ کہلائے گی؛ اس پہچان کو سامنے رکھ کر جب ہم فرقہائے اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے اس معیار ومحک پر مسلمانوں کی جو جماعت پوری اُترتی ہوئی نظر آتی ہے وہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' ہے، اب یہ سوال کہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کس کو کہتے ہیں؟ تواس کی توضیح امام ابن تیمیہؒ نے اس طرح کی ہے:

(اس نام میں) ''السنة نصوص کواور الجماعة اجماع کوشامل کئے ہوئے ہے، پس مطلب یہ ہوا کہ اہل السنۃ والجماعت وہ طبقۂ مسلمین ہے جونص (یعنی کتاب وسنت) اوراجماع دونوں کو (حجت مانتا اوران کی) اتباع کرتا ہے۔''

(منہاج السنۃ ۳/ ۲۷۲)

یہی بات مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس طرح بیان فرمائی ہے: ''نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو اپنے عقیدہ وعمل میں کتاب وسنت اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اجماع کو اختیار کرتا ہے، اور گمراہ فرقوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ عقیدہ یا عمل میں سلف صالحین کی پیروی سے انحراف کرتے ہیں۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ:۱/ ۱۷۰)

جب فرقۂ حقّہ ناجیہ کی تعیین ہوگئی___ کہ وہ کتاب وسنت اور اجماعِ امت کی حجیت کا قائل اور عقیدہ وعمل میں اسی پر عامل رہنے والے فرقہ کا نام ہے تو فرقِ ضالّہ و باطلہ بھی خود بخود منظر عام پر آ گئے کہ جن کا طریق اور راستہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مغائر ہوگا وہ سب ناری وگمراہ کہلائیں گے___ پس جو لوگ صرف قرآن کو حجت مانتے ہیں حدیث و اجماع کا انکار کرتے ہیں یا قرآن وسنت دونوں کو حجت مانتے

ہیں مگر اجماع کے منکر ہیں یہ سب گمراہ فرقے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض کی گمراہی اور انحراف نے انہیں اسلام سے خارج کر کے کفر تک پہونچا دیا ہے، جیسے شیعہ غالیہ امامیہ، مہدویہ، قادیانیہ، منکرین حدیث پرویزیہ، شکیلیہ، فیّاضیہ، صدیق بسویشوری وغیرہ، اور بعض کی گمراہی نے انہیں صرف فرقہ ناجیہ سے خارج کر کے ناریہ بنا دیا ہے ، جیسے اکثر خوارج، بعضے روافض، اباضیہ، غُلاۃ بریلویہ، متشدد سلفیہ وغیرہ؛ ان میں سے ہر ایک کے انحراف واعراض کی تفصیل بیان کرنے بلکہ اشارات پیش کرنے کی بھی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے البتہ ان کے مزعومات ونظریات کی روشنی میں اس انحراف کی چند علامات ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کو تو سب ہی فرقے حجت اور دلیل شرعی مانتے ہیں، فرق یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ اس کی تشریح وتفسیر اور معانی کی تعیین میں رائے کو دخل دینا حرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب وتابعین کی تحقیق سے مدد لینا ضروری سمجھتے ہیں، اس سلسلے میں صحابہؓ سے لے کر اب تک تمام اہل سنت کا موقف مضبوط اور متواتر ہے؛ لیکن اہل السنۃ والجماعت کے برخلاف جتنے فرقے ہیں وہ قرآن کریم کی تفسیر بالرّائے کو جائز سمجھتے ہیں بل کہ اسی کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں اور آتے رہتے ہیں، سب سے پہلا فرقہ خوارج کا ہے جس کی بنیاد ہی آیاتِ قرآنیہ کے مفہوم میں حضرات صحابہؓ پر اعتماد کے بجائے اپنی عقلوں پر اعتماد کرنے پر ہے۔

(۲) اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک قرآن کریم کے بعد دین میں دوسری حجت حدیثِ رسول ہے، جو لوگ احادیث شریفہ کو حجت نہیں مانتے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے ان کا کافر ہونا اظہر من الشّمس ہے، جو گمراہ لوگ حدیث کو بھی حجت تسلیم کرتے ہیں ان میں اور اہل سنت میں فرق یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ احادیثِ شریفہ کو صحتِ

نقل اور استقرار عمل یعنی سنیت کا اطمینان ہونے کے بعد اختیار کرتے ہیں اور گمراہ فرقوں میں سے بعض صحت نقل کا اطمینان کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے بعض محض صحت نقل کو کافی سمجھتے ہیں استقرار عمل کی تحقیق نہیں کرتے۔

(۳) اہل السنۃ والجماعت صحابہ کرامؓ کو حجتِ شرعیہ تسلیم کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدین کے دین و دیانت اور فہم شریعت پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اظہارِ اعتماد و اطمینان کی وجہ سے ان پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ مقدس و محترم گروہ ایسا ہے کہ ان کے افراد سے تو دین میں کوئی کوتاہی و غلطی ہوسکتی ہے مگر ان کی جماعت غلطی پر کبھی اکھٹی نہیں ہوسکتی، اس لئے کتاب وسنت کی تشریح اور عملی تصویر میں ان سے زیادہ کسی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا؛ اہل السنۃ والجماعۃ کے برخلاف اکثر کیا تمام ہی گمراہ فرقوں کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرامؓ حجتِ شرعیہ نہیں ہیں؛ ان میں سے بعض تو ان کی تکفیر کو اور بعض تفسیق و تضلیل کو جائز سمجھتے ہیں، اور تنقید کرنے اور ھم رجال و نحن رجال کہنے والوں کی تو خیر کوئی کمی نہیں ہے؛ اس سلسلے میں اگر کوئی کم سے کم بات کہتا ہے تو وہ یہ کہ صحابہ اگر چہ اچھے لوگ تھے مگر ہمیں قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وغیرہ

جب کہ صحابہ کرامؓ خود اس بات کو ضروری سمجھتے تھے کہ فہم دین یعنی کتاب وسنت کے مدلول و مطلوب کو سمجھنے کے سلسلے میں صحابہؓ پر ہی اعتماد کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ خطاب علماء میں بہت معروف ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''تم میں سے جس کو کسی کی اقتدا کرنا ہو تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہی

کی اقتدا کرے، کیوں کہ وہ نیک دلی میں سب سے بڑھ کر، علم وآ گہی میں سب سے گہرے، نہایت بے تکلف، مضبوط اخلاق اور بہتر حالت والے لوگ تھے، اللہ پاک نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے خود منتخب کیا تھا، پس تم ان کے مرتبے کی بلندی کو پہچانو اور انہی کے نقشِ قدم پر چلو، کیوں کہ وہی سیدھے اور صاف راستے پر ہیں'' (مشکوٰۃ المصابیح)

صحابہؓ کی طرح ٹھیک یہی خیال تابعینؒ کا تھا، امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رفاقت کے لئے پسند فرمایا تھا، وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور آپ کے طریقوں سے مشابہت پیدا کرنے کی سعی میں ہر وقت لگے رہتے تھے، ان کو اگر کوئی دُھن تھی تو اسی کی تھی اور کوئی تلاش تھی تو اسی کی تلاش تھی، قسم ہے کعبے کے رب کی یہی جماعت صحیح معنوں میں صراط مستقیم پر گام زن تھی''

مشہور فقیہ ومحدث امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

''علم وہی ہے جو اصحابِ رسول سے منقول ہے اور جو ان سے منقول نہیں وہ علم کہلانے کے قابل نہیں''

امام محمد ابن سیرینؒ سے حج کا ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

''حج میں اس کام کو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ناپسند فرمایا ہے، اگر یہ علم ہے (یعنی نبی کا فرمان ہے) تو وہ لوگ مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، اور اگر ان کی رائے ہے تو ان کی رائے میری رائے سے بہتر اور افضل ہے''

امام مالکؒ ایک مرتبہ بہت غمگین تھے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ دین کی باتیں بے علموں سے پوچھی جانے لگی ہیں، جب کہ یہ گم راہی کا پیش خیمہ ہے''

مذکورہ بالا اقتباسات مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے ''الاعتصام'' وغیرہ کے حوالے سے اپنی کتاب ''ترجمان السنۃ'' میں نقل فرمائے ہیں، نیز حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ایک سوال و جواب کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ان سے پوچھا کہ جب اس امت کا نبی ایک، قبلہ ایک، کتاب ایک، تو پھر اس میں اختلاف کیوں کر پیدا ہو جائے گا؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا:

''ہم لوگ چوں کہ قرآن کے اسبابِ نزول اور احکام کے موارد و مواقع کو اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے اس کے سمجھنے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی مگر بعد میں آنے والے لوگ صرف قرآن کو پڑھیں گے اور اس کے نزول کے اسباب و وجوہ سے واقفیت کی پروا نہیں کریں گے تو رائے زنی اور اٹکل سے کام لیں گے، پھر اس طرح اختلاف و افتراق کے شکار ہو جائیں گے''

آگے مولانا میرٹھیؒ فرماتے ہیں:

''سلف کی یہ دقّتِ نظر قابلِ داد ہے جنہیں ہر دینی معاملے میں سب سے پہلے یہی تلاش رہا کرتی تھی کہ اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ کا طریقہ کیا تھا، اور جب ان کو صحابہ کی کوئی رائے معلوم ہو جاتی تو اسی کو اپنے لئے اسوہ بنا لیتے تھے اور اگر اس میں صحابہؓ کا اختلاف دیکھتے تو انہی کی آراء میں سے کسی رائے کا اتباع کر لیتے مگر اِن کی آراء سے باہر قدم نکالنا ضلالت و گمراہی تصور کرتے تھے۔ (ترجمان السنۃ: ۱/ ۴۴)[۱]

---

[۱] میں اہل علم سے خواہش کروں گا کہ ص: ۲۱ تا ۹۱ جملہ ۷۰ صفحات پر مشتمل مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی اس تحقیق کو ضرور مطالعہ کریں، اس سے فکر و نظر کی بہت سی گتھیاں سلجھیں گی اور مسلک کے سلسلہ میں گہری بصیرت و معرفت نصیب ہوگی ان شاء اللہ۔

خلاصہ ہماری پوری گفتگو کا یہ ہے کہ تمام گمراہیوں کی اصل علم کا اس کے ماہرین سے حاصل کرنے کے بجائے شخصی مطالعے سے حاصل کر لینا ہے، یہ شخصی مطالعہ اور شخصی فیصلہ تمام گمراہیوں کی جڑ ہے، اس کے مقابلے میں سلف پر اعتماد اور ان کی تحقیقات سے استفادہ نیز علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے دائرہ وحدود میں محدود رہنا اور جن کا علم سلف کے علم سے ماخوذ نہ ہو اور جن کی تحقیقات خیر القرون سے متوارث ومتواتر نہ ہوں ان کے علوم اور تحقیقات سے خود کو دور رکھنا ہدایت واستقامت کا وسیلہ ہے۔ جتنے گمراہ فرقے صدر اول سے آج تک آپ کو ملیں گے اور جتنے اور پیدا ہوتے جائیں گے سب کا بنیادی روگ یہی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی فہم کے سلسلہ میں سلف پر اعتماد نہیں کرتے، ان کی معلومات یا شخصی مطالعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں یا پھر شخصی مطالعہ رکھنے والوں کی طرف میلان رکھنے اور ان سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔
اسلام میں پہلے باقاعدہ وجود میں آنے والے فرقے خوارج اور روافض کے ہیں، اول الذکر عقل محض کے چکر میں دوسرا ہوائے نفس کے جال میں پھنس کر خود تباہ ہوا اور ایک گروہ کو تباہ کر گیا بلکہ اُن کے بعد سے آج تک ہر فرقے اور ہر باطل نظریئے کے تانے بانے انہی کے خیالات ونظریات سے جا کر ملتے ہیں۔ ان فرقوں کے وجود میں آنے کا سبب صحابہ کرامؓ کے علم پر اعتماد کے بجائے اپنی عقلوں پر اعتماد کر لینا تھا، چنانچہ خوارج کے استدلالات اگرچہ قرآن کریم ہی کے حوالہ سے ہوا کرتے تھے مگر ان کے مفہوم ومدلول ان کی عقلوں کی پیداوار ہوتے تھے، صحابہ سے منقول نہیں تھے بل کہ شروع میں جب صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے مزعومات کی مضبوط تردید کی بلکہ انہیں قائل ہونے پر مجبور کر دیا تو قائل ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنی مزعومات پر جمے رہے اور گمراہ کہلائے، حضرت علیؓ

نے ایک جملے میں ان کا بھرم کھول دیا کلمۃُ حقٍ اُرید بھا الباطلُ ، یعنی آیتِ قرآنی تو بالکل برحق ہے لیکن اس کا جو مفہوم صحابہؓ سے ہٹ کر انہوں نے نکالا ہے وہ قطعی باطل ہے۔اس کے بعد سے آج تک کی تمام گمراہ جماعتوں کا طریق استدلال ٹھیک وہی ہے جو اس پہلے گمراہ گروہ کا تھا۔اعاذنا اللہ منہ

پس اگر مسلمانوں کو گمراہ لوگوں اور ان کی دعوت و پکار سے بچنا ہے تو مذکورہ بالا کسوٹی پر انہیں پرکھ کر دیکھیں، اگر وہ اس پر پورے اتریں تو قطعی طور پر طئے کرلیں کہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں اور اگر اس پر پورے نہ اتر سکیں تو اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہیں، ان سے، ان کی کتب سے، اور اُن کے دُعاۃ سے، سب سے احتراز و احتیاط کو اپنے دین کی سلامتی کے لئے لازمی اور ضروری سمجھیں۔اس ظاہری تدبیر کے علاوہ جو اہم تدبیر ہے وہ ہدایت کے مالک ومختار حق سبحانہ وتقدس سے صراطِ مستقیم پر استقامت اور گمراہی سے حفاظت کی دعا مانگتے رہنا ہے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ